مکاتیبِ اقبال بنام گرامی (مطالعۂ متون وتوضیحات)

ڈاکٹر محمد سفیان*

Abstract:

Girami was Iqbal's one of intimate friends. His moral credibility, poetic genius, extraordinary retentive abilities and critical mind influenced Iqbal. He would give special importance to his advice in his Persian poetry. Girami was appointed as poet in the court of Nizam Daccan Mir Mahboob Ali Asif Jah. The ninety letters of Iqbal to Grami are available till now. When Iqbal turned to Persian poetry to make his thought universal he found no other than Girami to be a man of incomparable abilities and insight in the persian poetry to be a better adviser. In this essay not only their close relationship is encompassed through their correspondence but Iqbal's seeking of his advice in poetry is also highlighted. Besides the available copies of the letters are matched with the collection of Iqbal's letters in order to point of errors.

اقبال سے گرامؔی کے تعلقات ۱۹۰۲ء میں قائم ہوئے ۔آپ اقبال کے انتہائی قریبی اور بے تکلف دوستوں میں شامل تھے۔گرامؔی دکن سے کئی بار پنجاب آئے اور اقبال سے ملاقاتیں ہوتی رہیں جب مارچ ۱۹۱۰ء میں اقبال حیدر آباد گئے تو یہ دوستی مزید گہری ہوگئی۔اقبال ان کی شخصیت،شاعرانہ کمال،غیر معمولی ذہانت،حافظے اور ناقدانہ نظر کے بے حد قائل تھے اور اپنی فارسی شاعری کے حوالے سے گرامؔی کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے اور ان سے مشورہ کے طالب رہتے تھے۔کیونکہ فارسی زبان کے ساتھ آپ کو ایک طبعی مناسبت تھی اور تراکیب وضع کرنے میں انداز مجتہدانہ تھا۔گرامی کے نام اقبال کے ۹۰ خطوط ملتے ہیں جنہیں محمد عبداللہ قریشی نے ''مکاتیبِ اقبال بنام

* شعبہ اُردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

گرامی'' کے نام سے مرتب کیا ہے اور اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور نے ۱۹۶۹ء میں شائع کئے۔ جون ۱۹۸۱ء میں شائع ہونے والے طبع دوم میں بیگم گرامی کے نام موسومہ خطوط بھی شامل کر لئے گئے۔

مولانا شیخ غلام قادر گرامیؔ شاعرِ خاص حضور نظام دکن، غدر سے چند سال قبل جالندھر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سکندر بخش تھا۔ ابتدائی تعلیم جالندھر ہی میں مسجد اور مکتب میں حاصل کی پھر لاہور آ کر اورینٹل کالج سے فارسی اور وکالت کے امتحانات پاس کئے۔ شاعری کا ملکہ قدرتی تھا بچپن ہی سے شعر موزوں کرنا شروع کر دیئے تھے۔ آپ کی شادی ہشیار پور کے شیخ قمرالدین کی دختر اقبال بیگم سے ہوئی اور جالندھر کی سکونت ترک کر کے اپنے سسرال ہشیار پور میں رہنا شروع کیا۔ آپ نے تعلیم ختم کرنے کے بعد امرتسر، کپورتھلہ، لدھیانہ وغیرہ میں بطور مدرس فارسی کام کیا۔ کچھ عرصہ محکمہ پولیس میں بھی رہے۔ آپ کی تربیتِ فن میں ترک علی شاہ قلندر کا نام جگہ جگہ آتا ہے۔ چار سال تک لاہور میں نواب فتح علی خان قزلباش کے معلم و اتالیق رہے۔ یہاں سے نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی کے چھوٹے بھائی میجر سید حسن بلگرامی کی وساطت سے میر محبوب علی آصف جاہ نظام دکن کے دربار میں پہنچے اور شاعر خاص مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۷ء تک گرامی حیدر آباد میں رہے۔ آپ نے میر محبوب علی اور میر عثمان علی دونوں کا زمانہ دیکھا۔ میر محبوب علی نے آپ کی قدر افزائی میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ پنجاب کی ادبی روایات جن کا سلسلہ مسعود سعد سلمان سے شروع ہوتا ہے اصل میں فارسی ہی سے وابستہ تھیں آپ ان تمام روایات کے بہترین نمائندے تھے۔ ۱۷-۱۹۱۶ء میں دکن سے ذیابیطس کا مرض لیکر پنجاب آئے اور آخری دم تک بیماری سے جنگ کرتے رہے۔ گرامی کی فارسی رباعیات کا مجموعہ اور دیوانِ گرامیؔ آپ کی شہرت کا سبب ہیں۔ یہ دونوں مجموعے منشی عبدالمجید پروین رقم کے حسن کتابت کا نمونہ ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں حفیظؔ جالندھری اور مولوی عزیز الدین احمد نظامی بہت مشہور ہیں۔ اصنافِ سخن میں غزل کے ساتھ خاص شغف تھا۔ فارسی لٹریچر میں جو تازہ گوئی کا شوق اکبر کے عہد سے شروع ہوا تھا، مولانا گرامیؔ اس دور کے آخری شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کا کلام بالخصوص غزل میں نظیریؔ کے انداز سے ایک خاص نسبت رکھتا ہے۔ آخری عمر میں طبیعت طویل نویسی کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اپنی عمر کے آخری دو تین برسوں میں انہوں نے رباعی کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ آپ کا انتقال ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء کو ہوا اور قبرستان کندن شاہ بخاریؒ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی وفات پر اقبال نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:

آہ مولانا گرامی از جہاں بربست رخت   آنکہ ز فکرِ بلندش آسماں را پشت پائی

معنیِ مستور را او در لفظِ رنگینش نگر   مثلِ حوری بے حجاب اندر بہشت دلکشائی ....(۱)

گرامیؔ فارسی روائتی شاعری کے آخری علمبردار تھے۔(۲) گو کہ اقبالؔ اور گرامیؔ کے درمیان استاد و شاگرد کا رشتہ نہیں تھا مگر اقبالؔ گرامیؔ کی سخن شناسی اور ناقدانہ رائے کے معتقد تھے۔ گرامیؔ بلا کے زود گو شاعر تھے۔ وہ

تغزلِ محض کے دلدادہ تھے مگر ان کے کلام میں فکر و پیام کا عنصر بھی وافر مقدار میں موجود ہے۔

اقبال نے اپنے مکتوب محررہ ۲۰؍نومبر ۱۹۱۸ء موسومہ گرامی میں ان کے کلام سے متعلق اپنی رائے پیش کرتے ہوئے اسے زمانہ انحطاط میں زندگی کی روح پھونکنے والی شاعری قرار دیا۔ (۳)

اقبال کے دور میں موجود اساتذۂ ادب سرسید، حالؔی، شبلؔی، مولانا نذیر احمد، مختلف اسالیب کے علمبردار تھے۔لیکن اس کے باوجود وہ ادب میں مقصدیت اور افادیت کے حامی تھے۔اقبالؔ کی نثر میں بااعتبار مضامین و موضوعات، گہرائی بھی ہے اور پختگی بھی اور آپ نے اس گہرائی اور پختگی کے ساتھ قومی وملی معاشرتی وتہذیبی، لسانی و ادبی اور عام انسانی موضوعات کی ترجمانی بڑی سلیقہ شعاری کے ساتھ کی ہے۔موضوعات کو پیش کرتے ہوئے اقبالؔ نے سیدھا سادا لیکن پرکار انداز اختیار کیا ہے جس میں حقیقت پسندی ورومانیت آپس میں اسطرح ہم آہنگ نظر آتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔علامہ کی شاعری کی طرح ان کے اسلوبِ نثر میں بھی ان کی شخصیت کا مکمل جلوہ دکھائی دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا نثری اسلوب بھی اپنی ایک مخصوص انفرادیت رکھتا ہے اور ان کی شخصیت کا آئینہ ہے۔ (۴)

اقبال نے جب اپنے پیغام کو آفاق گیر بنانے کی خاطر اپنے دقیق اور بلند افکار کے اظہار کے لئے اُردو سے زیادہ ثروت مند زبان فارسی کی طرف توجہ کی تو انہیں اسلوب بیان اور انداز اظہار کے اعتبار سے بعض نازک امور میں فارسی شاعری کے کسی بالغ نظر، رمز شناس کے ساتھ مشاورت کی ضرورت پیش آئی اور اس کے لئے گرامؔی سے بہتر کوئی شخصیت نہ تھی۔اقبالؔ کا خادم علی بخش ہوشیار پور کا رہنے والا تھا۔اقبالؔ کبھی کبھی اسے بھیج کر گرامؔی کو لاہور بلا لیتے اور ہفتوں تک بااصرار اپنے ہاں مہمان ٹھہراتے۔ان کی نازبرداریاں کرتے اور آرام وآسائش کا ہر طرح خیال کرتے۔شب وروز آپ سے علمی گفتگو ہوتی اور اشعار کی باریکیوں پر بحث کی جاتی۔اقبالؔ ان کا کلام سن کر محظوظ ہوتے اور اپنا کلام سنا کر ان کی تنقید اور موشگافیوں سے فائدہ اٹھاتے۔بعض اوقات شعری الجھنیں پیش کر کے مشکلات کے حل میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے۔

۱۳؍جولائی ۱۹۱۴ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں :

> ’’...آپ کہاں ہیں ؟ حیدرآباد میں یا عدم آباد میں ؟ اگر عدم آباد میں ہیں تو مجھے مطلع کیجئے کہ میں آپ کو تعزیت نامہ لکھوں۔گزشتہ سال ایک مثنوی فارسی لکھنی شروع کی تھی، ہنوز ختم نہیں ہوئی اور اس کے اختتام کی امید بھی نہیں۔خیالات کے اعتبار سے مشرقی اور مغربی لٹریچر میں یہ مثنوی بالکل نئی ہے لیکن آپ سے ملاقات ہو تو آپ کو اس کے اشعار سناؤں۔ مجھے یقین ہے آپ اسے سن کر خوش ہوں گے۔ کہئے ادھر آنے کا کب قصد ہے؟ میں ایک عرصہ سے آپ کا منتظر ہوں۔خدارا جلدی آیئے۔سب سے بڑا کام تو یہ ہے کہ آ کر میری مثنوی سنیئے اور اس میں مشورہ دیجئے...‘‘ (۵)

۱۸/جنوری ۱۹۱۵ءکو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

''...مثنوی ختم ہوگئی ہے۔ آپ تشریف لائیں تو آپ کو دکھا کر اس کی اشاعت کا اہتمام کروں مگر فروری مارچ تو محض وعدۂ معشوقانہ معلوم ہوتا ہے۔ گرامی سے حیدر آباد نہیں چھوٹ سکتا۔ کاش میں خود حیدر آباد پہنچ سکوں مگر یہ بات اپنے بس کی نہیں..''(۶)

کلام دکھانے کے لئے اقبال گرامی کو مختلف حیلوں سے لاہور بلانے کی کوشش کرتے، چنانچہ ۲۱/مئی ۱۹۱۷ء کے ایک خط میں، جب رموزِ بےخودی قریب الاختتام تھی، اقبال لکھتے ہیں:

''...کل آپ کے عزیز نے مجھ سے ایک عجیب وغریب بات کہی۔ خط میں لکھنے کی نہیں ملاقات ہوگی تو عرض کروں گا۔ اتنا کہے دیتا ہوں کہ وہ بات آپ سے تعلق رکھتی ہے۔ کہیے لاہور کا کب قصد ہے؟..''(۷)

۳/ستمبر ۱۷ءکو لکھتے ہیں :

......''...آپ لکھتے ہیں 'لاہور آن کر عرض کروں گا' مگر اس پیش گوئی کے لئے کہ گرامی لاہور کبھی نہ آئے گا کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں۔ جالندھر اور ہشیار پور کا ہر شیر خوار بچہ بلا تامل ایسی پیش گوئی کر سکتا ہے...''(۸)

۶/اکتوبر ۱۹۱۷ءکو لکھتے ہیں :

''...کب تک آنے کا قصد ہے؟ میرے والد مکرم آپ سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں وہ بھی یہاں ۹/اکتوبر کو آئیں گے اور کچھ روز قیام کریں گے۔ اگر آپ ان سے ملنے کے لیے دو چار یوم کے لیے آ جائیں تو بہت اچھا ہو...''(۹)

اقبال کے خطوں کے مطالعے سے یہ بات تو یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اقبال نے گرامی کی اکثر تنقیدوں سے فائدہ اٹھایا۔ ان کے اشاروں اور کنایوں کو سمجھا اور ان سے روشنی حاصل کی۔ لیکن ان کی ترامیم سے کبھی متفق نہیں ہوئے۔ گرامی کے نام ۸/فروری ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں :

''.....شریعت اسلامیہ کا ایک مشہور مسئلہ ہے کہ جنگ کے دوران میں اگر دشمن صلح کے خیال سے اپنے قلعے اور حصار توڑ ڈالے اور اپنی افواج کو پراگندہ کردے اور بعد میں اس کا خیال صلح غلط ثابت ہو یعنی صلح نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر حملہ نہ کریں جب تک کہ وہ بار دیگر اپنی فوجوں کو مرتب نہ کر لے اور اپنے قلعوں کو تعمیر نہ کر لے۔ اس مسئلے اور اس کے مفہوم کو میں نے مندرجہ ذیل اشعار میں نظم کیا ہے۔ بنظرِ اصلاح دیکھ کر واپس فرمائیے۔ (دوسرا صفحہ ملاحظہ فرمائیے)

اشعار

روز ہیجا لشکرِ اعدا اگر از خیالِ صلح گردد بے خطر
گیرد آساں روزگارِ خویش را بشکند حصن و حصارِ خویش را
تا نہ گیرد باز کارِاو نظام ہست یورش بر دیارِاو حرام
سّرِ ایں فرمانِ حق دانی کہ چیست؟ زیستن اندر خطرہا زندگی است!
شرع می خواہد کہ اندر صلح و جنگ شعلہ باشی واشگافی کام سنگ
آزماید قوّت بازوئے تو می نہد الوند پیش روئے تو
باز گوید سرمہ ساز الوند را از تفِ خنجر گداز الوند را
از تن آسانی بہ میرد زندگی قوّت از پیکار گیرد زندگی

تیسرے شعر میں لفظ یورش اور آخری شعر میں لفظ پیکار کھٹکتا ہے۔اس کا مقصود یہ ہے کہ زندگی مزاحمت پر غالب آنے سے قوی تر ہوتی ہے۔کوئی لفظ جو پیکار سے بہتر ہو تجویز فرمایئے۔''(۱۰)

اسرار و رموز میں پہلے شعر کا پہلا مصرع یوں درج ہے.....''بر گمانِ صلح گردد بے خطر''...
تیسرے شعر کا مصرع ثانی یوں ہے...''تاختن بر کشورش آمد حرام''....
پانچویں شعر کو بدل کر...'' چرخ می خواہد کہ چوں آئی بہ جنگ
شعلہ گردی واشگافی کام سنگ''..........کر دیا..

آٹھویں شعر کے مصرعِ ثانی کی جگہ گرامؔی نے یہ مصرع تجویز کیا.....''درس از سیماب گیرد زندگی''.....مگر یہ مصرع اقبالؔ نے اپنے مصرع کی جگہ کے لئے موزوں نہ سمجھا کیونکہ ان کے مضمون کے مطابق حقیقی زندگی یہ ہے کہ انسان راستے کی رکاوٹوں پر غالب آئے اس بنا پر انہوں نے پورا شعر ہی بدل دیا مگر بعد میں اسے بھی قلم زد کر دیا:

زندگانی سوختن سوزیدن است خویش را بر سنگِ رہ دوزیدن است

اور آخر میں اس شعر کا اضافہ کیا ۔

نیست میش ناتوانے لاغرے درخورِ سرپنجۂ شیرِ نرے...(۱۱)

مکتوب محررہ ۲۳/ مارچ ۱۹۱۷ء میں لکھتے ہیں:

...''.مندرجہ ذیل اشعار کو تنقیدی نگاہ سے دیکھئے۔مضمون یہ ہے کہ دنیا کی قوّتوں کو سمجھنا اور ان کو قابو میں لانا چاہیئے۔

عالمِ ایجاد لوحِ سادہ نیست ایں کہن ساز از نوا افتادہ نیست
برق آہنگ است ہشیارش زنند خویش را چوں زخمہ بر تارش زنند

پہلے شعر کا پہلا مصرع کھٹکتا ہے ۔والسلام!....''(۱۲)

۶رفروری ۲۲ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں :

.''....آپ کے خط کا بڑا انتظار رہا۔غزل تنقید کے لیے ہی تو آپ کی خدمت میں ارسال کی تھی اس پر خوب تنقید کیجئے اور مفصل تحریر فرمائیے ۔ پھر میں اس پر انشاء اللہ نظر ثانی کروں گا۔.''....(۱۳)

بے شک گرامی زبان اور محاورے کے بادشاہ تھے۔زیادہ تر زبان کی صفائی کا خیال رکھتے تھے لیکن اقبالؔ کی حیثیت ایک شاعر کے علاوہ داعی کی بھی تھی ۔خالی خولی لفظوں اور محاوروں سے ان کا مطلب واضح نہیں ہوتا تھا ۔شعر کے بارے میں اقبالؔ کا اپنا ایک معیار تھا۔مولانا گرامیؔ کے نام ایک مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں:

...''..جہاں اچھا شعر دیکھو سمجھ لو کہ کوئی نہ کوئی مسیح مصلوب ہوا ہے۔اچھے شعر کا پیدا کرنا اوروں کے لئے کفارہ ہوتا ہے۔''(۱۴)

اقبال نظم کے بنیادی اصولوں اور ضابطوں کی پیروی کو لازم قرار دیتے ہیں۔انہی فنی ضابطوں کے مطابق وہ نظم میں پائے جانے والے حشو و زوائد کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔روزمرہ اور محاورے کی پابندی بھی اُنکے نزدیک انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔اسی طرح وہ عروض کے اصولوں کو بھی بالخصوص مدنظر رکھتے ہیں۔نظم میں الفاظ کے انتخاب سے متعلق بھی وہ احتیاط برتنے کی تلقین کرتے ہیں جبکہ نظم کی ہیئت اور اُسکی طوالت بھی اُن کے نزدیک خصوصی توجہ کی مستحق ہوتی ہے۔ اقبال ادب برائے ادب کے قائل نہ تھے۔ان کی شاعری کا ایک نصب العین تھا ۔وہ خودی کی مشعل جلا کر زندگی کی تیرہ و تار راہوں میں قوم کی رہبری کا فرض ادا کرنا چاہتے تھے کیونکہ ایک نباض حکیم کی طرح حیات انسانی کی دھکتی رگوں سے اقبالؔ واقف ہو چکے تھے۔''شاعری جزو یست از پیغمبری'' یہ مقولہ گزشتہ دور کے شعرأ میں سے اگر کسی کی شاعری پر صادق آ سکتا ہے تو وہ اقبالؔ کی شاعری ہے۔(۱۵) اس دعویٰ کی تائید مولانا گرامیؔ جیسے مقتدر شاعر نے بھی یوں کہہ کر کی ہے:

در دیدۂ معنی نگہاں حضرتِ اقبال
پیغمبری کردو پیمبر نتواں گفت

ان کے سوچنے کا انداز مختلف تھا، پیام کی سطح بلند تھی اس لئے ان کی تسلی نہ ہوتی تھی۔وہ جس مقام سے گفتگو کرتے اور جس اسلوب سے اپنی بات دوسروں کے ذہن نشین کرانا چاہتے تھے، وہ بڑی جانکاہی چاہتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار گرامیؔ کی طرف رجوع کرتے اور باصرار انہیں اپنے کلام پر تنقید کی دعوت دیتے تھے۔تاکہ بیان و اسلوب میں کوئی خامی رہ گئی ہو تو اس کا علم ہو جائے اور اس کی اصلاح کی جاسکے۔اقبالؔ مولانا گرامیؔ کے علاوہ دیگر اساتذہ سخن کی آرا سے بھی استفادہ کرتے تھے۔مثنوی اسرار خودی کے بعض اشعار خاص خاص دوستوں کو جن میں اکبر الہ آبادی، مولانا گرامیؔ، خواجہ حسن نظامی اور مہاراجہ کشن پرشاد قابل ذکر ہیں ملاحظہ اور مشورے کے لئے بھیجے جاتے

رہے۔ چنانچہ مولانا گرامی کے نام مکتوب محررہ ۵/ مئی ۱۹۱۵ء میں اقبال لکھتے ہیں:

> ’’.....مثنوی ختم ہوگئی، اب اس کی اشاعت کا اہتمام درپیش ہے۔ چھپ جانے پر انشاءاللہ ارسال خدمت کروں گا۔ کاش آپ یہاں ہوتے یا میں حیدر آباد میں ہوتا تو پریس میں جانے سے پہلے آپ کے ملاحظہ سے گزر جاتی۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ حیدر آباد تو دور ہے لکھنوٴ جا کر خواجہ عزیز کو سنا آوٴں لیکن لاہور کے علائق نہیں چھوڑتے۔ دیباچہ کے چند اشعار عرض کرتا ہوں۔
>
> صورتِ خورشید نوزائیدہ ام — رسم وآئینِ فلک نادیدہ ام
> رم ندیدہ انجم از تابم ہنوز — ہست نا آشفتہ سیمابم ہنوز
> بحر از رقصِ ضیایم بےنصیب — کوہ از رنگِ حنایم بےنصیب
> خوگرِ من نیست چشمِ ہست وبود — لرزہ برتن خیزم از خوفِ نمود
> بامم از خاور رسید وشب شکست — شبنمِ نو بر گلِ عالم نشست
> انتظارِ صبح خیزاں می کشم — اے خوشا زرتشتیانِ آتشم
>
> بنظرِ اصلاح ملاحظہ فرمایئے اور مفصل خط لکھیے جواب کا انتظار رہے گا۔‘‘.........(۱۶)

رسالہ معارف بابت اپریل ۱۹۱۸ء میں سید سلیمان ندوی کا ریویو شائع ہوا۔ انہوں نے زبان وبیان کی بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا جس کے جواب میں اقبال نے اپنے خط میں نہ صرف ان کا شکریہ ادا کیا بلکہ ان غلط الفاظ ومحاورات کی فہرست بھی طلب کی جن میں فنی کوتاہیاں اور لغزشیں موجود تھیں اور یہ یقین بھی دلایا کہ رموزِ بے خودی کے دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کردی جائے گی۔ ۱۰/اپریل ۱۹۱۸ء کو اس کی اشاعت ہوئی۔ رموزِ بے خودی کی تکمیل کے دوران آپ مولانا گرامی سے باقاعدہ مشورہ کرتے رہے۔ توقع تھی کہ مولانا گرامی رموزِ بے خودی کے لئے نئی تقریظ لکھیں گے اور اس کے لئے اقبال منتظر بھی رہے مگر گرامی بروقت تقریظ لکھ کر نہ بھیج سکے۔ دسمبر کے آخری ایام میں مثنوی کتابت کے لئے دے دی گئی۔

اقبال کے خطوط کی مسلمہ اہمیت کے پیشِ نظر مکاتیب اقبال کے مرتبین کو متن کی درستگی کے اہتمام میں بنیادی تحقیقی اصول کے مطابق انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے تھا۔ لیکن چند وجوہات کی بنا پر ایسا نہیں ہو سکا۔ کلیات مکاتیب اقبال، جس میں ان تمام مجموعوں میں شائع کئے گئے خطوط مع حواشی وتعلیقات تاریخ وار مرتب کئے گئے ہیں، نسبتاً بہتر صورت میں ہیں لیکن اتنے بڑے کام میں غلطیوں کا درآنا یقینی بات ہے۔ ان کلیات کی تدوین میں بھی اکثر مقامات پر ان اغلاط کو ہی دہرا دیا گیا جو ماخذ میں پائی گئی ہیں۔ مکاتیبِ اقبال بنام گرامی میں خطوط کی عکسی نقول کے مطابق متن میں جو اغلاط پائی گئی ہیں، اپنے تحقیقی مقالے ’’اقبال کے تین سو منتخب مکاتیب‘‘ میں ان کی نشاندہی کر کے حتی المقدور درستگی کی کوشش کی گئی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ متن واملا کے اختلاف واغلاط کو ظاہر کرتے

ہیں۔ تحقیقی مقالہ میں بھی اغلاط و اختلافِ متن کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ بالائی خط اقبالؔ کے املا کے اختلاف اور زیریں خط متن کی تبدیل شدہ صورت و مقام، الفاظ کی کمی بیشی اور اغلاط کو ظاہر کرتا ہے۔

مثلاً مکاتیبِ اقبال بنام گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۹ محررہ ۱۸/دسمبر ۱۹۱۶ء کا متن اس طرح درج ہے :

(پہلی سطر) لاہور (دوسری سطر) ۱۸/دسمبر ۱۹۱۶ء (تیسری سطر) شاعر خاص حضور نظام جناب مولانا گرامی -- --۔ جاؤں گا ---۔ لاہور میں قیام کریں گے کہ شاید مولانا گرامی لاہور آ نکلیں ---۔ سرگرداں ہے۔ (متصل) اگر اکیلے ----۔ بھیج دوں ---۔ ہوشیار پور --۔ --۔ خوش آں کہ ----۔ ساغرِ مے ---۔ بہ صوفیاں ۔.....(۱۷)

عکس کے مطابق صحیح متن یوں ہے:.....''..(پہلی سطر) شاعرِ خاص حضور نظام جناب مولنا گرامی (دوسری سطر) میں بڑے دنوں کی تعطیلوں میں کہیں باہر نہ جاؤنگا ---۔ لاہور میں قیام کرینگے کہ شاید مولنا گرامی لاہور آ نکلیں ----۔ سرگردان ہے۔ (نئ سطر) اگر اکیلے ----۔ ہیجدوں .---.... ہشیار پور .--..ساتھہ .--..کہتے لائیے...... ساغرِمی ---.... بصوفیاں ۔--۔ (آخری سطر) ۱۸/دسمبر ۱۶ء

مکتوب نمبر۱۰ محررہ ۸/فروری ۱۹۱۷ء کا متن اس طرح درج ہے۔..... (پہلی سطر) لاہور (دوسری سطر) ۸/فروری ۱۹۱۷ء (تیسری سطر) ڈئیر گرامی --۔ اور اپنی فوج کو ----۔ یعنی صلح نہ ہو تو مسلمانو ں کو چاہیے کہ اس پر حملہ نہ کریں۔ اس کے مفہوم کو میں نے مندرجہ ذیل اشعار میں نظم کیا ہے۔ بنظر اصلاح دیکھ کر واپس فرمائیے۔ (''دوسرا صفحہ ملاحظہ فرمائیے'' حذف) --۔ کہ مولانا گرامی لاہور تشریف لائے ہیں یا نہیں۔ افسوس ہے کہ مجھے ہر دفعہ "نہیں" کہنا پڑتا ہے ---۔ لفظ پیکار کھٹکتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ---۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خط بھی پہلے کی طرح ---۔ (نئی سطر) مخلص (نئی سطر) محمد اقبال لاہور (آخری سطر) ۸/فروری ۱۹۱۷ء ...(۱۸)

جبکہ خط کی عکسی نقل کے مطابق متن کی صحیح صورت اس طرح ہے........ (پہلی سطر) لاہور۔ ۸/فروری ۱۷ء (دوسری سطر) ڈئیر گرامی ---۔ اور اپنی افواج کو ---۔ یعنے صلح نہو تو مسلمانوں کو چاھئے کہ اسپر حملہ نہ کریں ----۔ اس کے مفہوم کو مینے مندرجہ ذیل اشعار میں نظم کیا ہے۔ بنظر اصلاح دیکھہ کر واپس فرمائیے۔ (دوسرا صفحہ ملاحظہ فرمائیے) --۔ کہ مولنا گرامی لاہور تشریف لائے یا نہیں۔ افسوس ہے کہ مجھے ہر دفعہ نہیں کہنا پڑتا ہے ---۔ لفظ پیکار کہٹکتا ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ ---۔ ایسا نہو کہ یہ خط بھی پچھلے کی طرح ---۔ (نئی سطر) مخلص محمد اقبال لاہور (آخری سطر) ۸/فروری ۱۷ء ...

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی میں شامل ۱۷/اپریل ۱۷ء کو تحریر کئے گئے خط (مکتوب نمبر۱۴) کا متن اسطرح درج ہے۔

(پہلی سطر) ۱۷/اپریل ۱۷ء (دوسری سطر) ڈئر مولانا گرامی اسلام علیکم ---یاد فرما چکے ہیں---امید کہ وہ ابھی چندروز اور قیام کریں گے مگر آپ جلد تشریف لائیں۔ایسا نہ ہو کہ سیالکوٹ سے ان کو---اپنے والدین---مجھے بھی۔--امید ہے کہ آپ جلد تشریف لائیں گے ---کس طرح---میں نے ---مگر مجھے بڑی پختہ امید نہیں کیونکہ جو لوگ وہاں کے ہیں ان کو دوڑ دھوپ کے مواقع بہت حاصل ہیں---بواپسی ڈاک اطلاع دیجئے کہ آپ کب تک آئیں گے ---("اور"حذف) کسی اور مکان کا انتظام کرنا ہوگا جس میں مجھے ---(آخری سطر) والسلام! محمد اقبال لاہور..(۱۹)

خط کی عکسی نقل کے مطابق متن کی صحیح صورت اس طرح ہے---(پہلی سطر) ڈئر مولٰنا گرامی اسلام علیکم---یاد کر چکے ہیں---امید کہ ابھی وہ چندروز اور قیام کرینگے مگر آپ جلد تشریف لاویں۔ایسا نہو کہ سیالکوٹ سے انکو---اور اپنی والدین---مجھے بھی---امید کہ آپ جلد تشریف لائینگے---کسطرح۔--مینے---خط لکہا تھا---مگر مجہے بڑی پختہ امید نہیں کیونکہ جو لوگ وہاں کے ہیں ان کو دوڑ دہوپ کا موقع بہت حاصل ہے اور---بواپسی ڈاک جواب دیجیے کہ آپ کب تک آئینگے---اور کسی اور مکان کا انتظام کرنا ہوگا جسمیں مجہے امید ہے دقت نہ ہوگی۔والسلام --(نئی سطر) محمدؐ اقبال، لاہور (آخری سطر) ۱۷/اپریل ۱۷ء

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی،مکتوب نمبر۲۳ محررہ ۱۰/جولائی ۱۷ء--...''...اور وہ یہ ہے کہ حیدری صاحب کا ایک خط آیا تھا---مگر چونکہ توقع آپ کی تشریف آوری کی ہے اس واسطے زبانی مشورہ کروں گا----اگر ارادہ آنے کا نہ ہو تو لکھیے-......''(۲۰)

صحیح متن یہ ہے---''......اور وہ یہ کہ حیدری صاحب کا ایک خط آیا ہے---لیکن چونکہ توقع آپ کی تشریف آوری کی ہے اسواسطے زبانی مشورہ کرونگا---اگر ارادہ آنے کا نہو تو لکہیے--....''...........

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی،مکتوب نمبر ۲۷ محررہ ۱۸/اگست ۱۹۱۷ء ...''.(پہلی سطر) لاہور ۱۸/اگست ۱۷ء--("ڈئیر مولٰنا گرامی اسلام علیکم" حذف)..(دوسری سطر) مجھے ابھی---معلوم ہوا ('ہے 'حذف) کہ آپ نے ہوشیار پور میں یہ خبر--مشہور کرنے والے مولوی ظفر علی خاں تھے۔مجھے اس خبر کی تشہیر سے بہت نقصان ہوا۔اور تعجب--اپنے خیال میں انھوں نے میرے فائدے کے لیے---اگر کوئی بات واقع میں ہو جائے--جب کچھ اصلیت نہ ہو تو اس کی تشہیر سے نہ مجھے کوئی فائدہ--امید ہے کہ---میں نے آپ کی خدمت میں خط لکھا تھا--(۲۱)

عکس کے مطابق صحیح متن : (پہلی سطر) لاہور ۱۸/اگست ۱۷ء (دوسری سطر) ڈئیر مولٰنا گرامی ۔السلام علیکم۔ (نئی سطر) مجہے ابھی شیخ عمر بخش صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ہشیار پور میں یہ خبر مشہور

کی ہے۔۔۔مشہور کرنے والے مولوی ظفر علیخاں تھے۔ مجھے اس خبر کی تشہیر سے بہت نقصان ہو (''الف'' حذف)۔اور تعجب۔۔۔۔ مرے فائدہ کے لئے۔۔۔اگر کوئی بات واقعہ میں ہو جائے تو اس کی تشہیر میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب کچہہ اصلیت نہو تو اس کی تشہیر سے نہ مجھے کوئی فائدہ ہے نہ حیدر آباد کو۔(نئی سطر) باقی خیریت ہے۔امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔مینے آپ کی خدمت میں خط لکھا تھا۔۔۔

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی، مکتوب نمبر ۳۰ محررہ ۶/ اکتوبر ۱۹۱۷ء ۔...''.... ڈیر مولانا گرامی۔۔...کہ آپ جالندھر میں ہیں۔۔۔اور میں نے پھر جانے کا۔۔۔یہاں سے روانہ ہوں گا۔۔۔نومبر میں مجھے فرصت نہیں۔ اس واسطے اب۔۔۔ کچھ روشنی پڑتی ہے۔مفصل گفتگو آپ سے اس وقت کروں گا جب آپ لاہور تشریف لائیں گے۔ ۔۔۔۔ وہ ("بھی" حذف) یہاں ۹/ اکتوبر کو آئیں گے اور کچھ روز قیام کریں گے۔۔۔۔۔آ جائیں تو بہت اچھا ہو۔باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔فقط!..... آپ کا مخلص محمد اقبال لاہور..... (۲۲)

عکس کے مطابق صحیح متن یہ ہے : ...''.... ڈیر مولنا۔۔۔مجھے۔۔۔جالندہر میں ہیں۔۔...اور مینے پھر جانے کا۔۔۔یہاں سے روانہ ہونگا۔۔۔نومبر میں مجھے فرصت نہیں۔ اسواسطے اب۔۔۔ کچہہ روشنی پڑتی ہے۔مفصل گفتگو آپ سے اس وقت کرونگا جب آپ لاہور تشریف لاوین گے۔۔۔۔۔وہ بھی یہاں ۹/ اکتوبر کو آئینگے اور کچھ روز قیام کرینگے۔۔۔آ جائیں تو بہت اچہا ہو۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والسلام (آخری سطر) آپ کا مخلص محمدؐ اقبال لاہور

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی، مکتوب نمبر ۳۲ محررہ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۱۷ء ۔...''... ڈیر مولانا گرامی۔۔۔کل ایک خط لکھ چکا ہوں امید ہے کہ (''پہنچ کر'' حذف) ملاحظہ عالی سے گذرا ہو گا۔۔۔جو گولیاں مجھ کو دی تھیں اُن کے استعمال کا کیا طریقہ ہے؟ (متصل) کیا ایک روز کھائی جائے۔۔۔کہ کس چیز کے ساتھ کھائی جائے۔۔۔مزاج بخیر ہوگا۔(متصل) محرم میں ضرور۔۔۔۔ (۲۳)

عکس کے مطابق صحیح متن یہ ہے : ...''.... ڈیر مولنا گرامی۔۔۔کل ایک خط لکہہ چکا ہوں امید کہ پونچکر ملاحظہ عالی سے گذرا ہو گا۔۔۔جو گولیاں مجہکو دی تھیں اُن کے استعمال کا کیا طریقہ ہے؟ (نئی سطر) کیا ایک روز کہائی جائے گی یا دو صبح و شام۔اور نیز یہ کہ کس چیز کے ساتہہ کہائی جائے۔۔۔مزاج بخیر ہو گا۔(نئی سطر) محرم میں ضرور تشریف لائیے۔

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی، مکتوب نمبر ۵۱ محررہ ۳۱/ مارچ ۱۹۲۱ء ۔...''... ڈیر مولانا گرامی۔۔۔میں نے سنا ہے کہ آپ کو مجھ پر (''یہ'' حذف) بدظنی ہوئی ہے کہ میں نے آپ کے بعض خطوط عمداً آپ تک نہیں پہنچائے۔۔۔مولانا روم۔۔۔حق بجانب سمجھتا ہوں اس میں کچھ شک نہیں کہ عرفی کا

پہلا مصرع اس قابل ہے ۔۔۔ بھلا اگر یوں لکھئے تو کیسا ہو ۔۔۔ بہ عہدِ وعدۂ وصل تو عمرِ غم کوتاہ.....'' ...(۲۴)

عکس کے مطابق صحیح متن یہ ہے : ...''.... ڈیئر مولنا گرامی ۔۔۔۔ مینے سنا ہے آپ کو مجھپر یہ بدظنی ہوئی کہ مینے آپ کے ۔۔۔ پونچائے ۔۔۔ مولنا روم ۔۔۔ سمجھتا ۔۔۔۔ کچھہ ۔۔۔ پھلا ۔۔۔۔ بھلا اگر یوں لکھیے تو کیسا ہو ۔۔۔ بعہدِ وعدۂ وصل تو عمرِ غم کوتاہ ۔۔''.

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی، مکتوب نمبر ۵۲ ..محررہ ۱۲/ جولائی ۱۹۲۱ء..''...(پہلی سطر) ڈیئر مولانا گرامی! (دوسری سطر) نہ سلامے ۔۔۔ واللہ ذالک ۔۔۔ جس میں وہ ہشیار پور کی دعوت دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ گرمی ۔۔۔ جس کی وجہ سے ۔۔۔۔۔ اس واسطے نہ لکھ سکا ۔۔۔ ان کا پتا مجھے یادنہ تھا ۔۔۔ (آخری سطر) ۱۴ جولائی ۲۱ ع ..''.....(۲۵)

عکس کے مطابق صحیح متن یہ ہے: ...''.... ڈیئر مولنا گرامی (متصل) نہ سلامے نہ پیامے ۔۔۔ والحمد للہ علٰے ذالک ' ۔۔۔ جسمیں وہ ہشیار پور کی دعوت دیتے ہیں۔ افسوس کہ گرمی ۔۔۔ جسکی وجہ سے ۔۔۔ اسواسطے نہیں لکھہ سکا ۔۔۔ ان کا پتہ مجھے یاد نہ تھا ۔۔۔ (آخری سطر) ۱۲/ جولائی ۲۱ء ...

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی، مکتوب نمبر ۶۴ ..محررہ ۶/ فروری ۱۹۲۲ء ..''.. ڈیئر مولانا گرامی! ("مدظلہ" حذف) ۔۔۔۔ والا نامہ پہنچا جس کے لیے ۔۔۔ انتظار تھا ۔۔۔۔ اس پر خوب تنقید کیجئے اور مفصل تحریر فرمایئے۔ پھر میں اس پر انشاء اللہ نظرِ ثانی کروں گا ۔۔۔ ۸/ فروری کو پھر واپس چلے گئے ہیں پھر کچھ دنوں کے بعد آئیں گے۔ آج سردار امراؤ سنگھ صاحب بھی شملہ سے مع اہل وعیال آ گئے اور دو ماہ لاہور میں قیام کریں گے ۔۔۔ افسر مذکور کے پاس بھیجیں ۔ اس کام میں مَیں بھی آپ کے ساتھ ہوں گا ۔۔۔۔ نواب صاحب کو بذریعہ خطوط یاد دہانی ۔۔۔۔ جہاں تک مجھ کو تجربہ ہے مقدّم الذکر طریقہ ہی درست ہے اور اگر کامیابی ہوسکتی ہے ۔۔۔ زیادہ ضروری ہے۔ (متصل) باقی خدا کے فضل وکرم ۔۔۔۔۔ آپ کا مزاج بخیر ہے۔ شاید مجھے کچھ عرصہ کے ۔۔۔ کروں گا ۔۔ ۔۔ لکھئے ۔۔۔ مولانا گرامی پھر کب تشریف لائیں گے ۔۔۔'' .....(۲۶).

عکس کے مطابق صحیح متن یہ ہے : ...''.... ڈیئر مولنا گرامی مدظلہٗ (نئی سطر) والا نامہ پونچا جسکے لیے ۔۔۔ انتظار رہا ۔۔۔ اسپر خوب تنقید کیجے اور مفصل تحریر فرمایئے۔ پھر میں اسپر انشاء اللہ نظر ثانی کرونگا ۔۔۔ ۸/ فروری کو پھر واپس جاتے ہیں پھر کچھہ دنوں کے بعد آئینگے۔ آج سردار امراؤ سنگھہ صاحب بھی شملہ سے مع آل وعیال آئینگے اور دو ماہ لاہور میں قیام کرینگے ۔۔۔ افسر مذکور کے پاس بھجیں ۔ اس کام میں مَیں بھی آپ کے ساتھہ ہونگا ۔۔۔۔۔ نواب صاحب (''کو'' حذف) بذریعہ خطوط یاد دہانی ۔۔۔۔ جہاں تک مجھہ کو تجربہ ہے مقدّم الذکر طریقہ ہی درست ہے اور اگر کام یابی ہوسکتی ہے ۔۔۔ زیادہ ضروری ہے۔

(نئی سطر) باقی خدا کے فضل و کرم ---۔ آپکا مزاج بخیر ہے۔ شاید مجھے کچھ عرصہ --- کرونگا---
--لکھئے---مولنا گرامی پھر کب تشریف لائینگے--''--

تعین تاریخ کے حوالے سے بھی مکاتیب اقبال کے مجموعوں میں بہت سی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ مثلاً مکاتیب اقبال بنام گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۴۵ جو ۴؍جنوری ۱۹۲۵ء کو تحریر کیا گیا تھا، مکاتیب اقبال بنام گرامی نیز اسی مجموعے کے حوالے سے کلیات مکاتیب اقبال جلد دوم ، روح مکاتیب اقبال **(۲۷)** اور اشاریہ مکاتیب اقبال **(۲۸)** میں بھی ۴؍جنوری ۱۹۲۰ء کے تحت درج ہے۔ جبکہ صحیح تاریخ ۴؍جنوری ۱۹۲۵ء ہے جو خط کے متن سے ظاہر ہے۔ کیونکہ ۱۹۲۰ء سے پہلے کے کسی خط میں بھی گرامی کی بیماری اور لاہور آ کر علاج کرانے کا ذکر نہیں ہے۔ خط میں تحریر اس جملے..''..میں اس سے پہلے بھی کئی دفعہ آپ کو لکھ چکا ہوں کہ اپنا علاج لاہور آ کر کرائیے۔..'' سے واضح ہوتا ہے کہ مکتوب ہذا ۴؍جنوری ۱۹۲۰ء کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے اقبال نے ایک بلا تاریخ مرقوم خط جو غالباً جولائی ۱۹۲۰ء میں تحریر کیا گیا ہے، میں علاج سے متعلق لکھا..''....لاہور آیئے تو آپ کا علاج اچھی طرح کرایا جائے۔..'' **(۲۹)** ۲۷؍اگست ۲۳ء کے مکتوب میں تحریر ہے..''.جب ذرا صحت ہو جائے تو ضرور تشریف لایئے۔ اب تو سردی کا موسم آ رہا ہے۔.'' **(۳۰)**

اسی طرح تعین تاریخ کے حوالے سے دیگر مقامات پر جو بھی اختلاف پایا گیا ہے اس کی نشاندہی کر کے عکس کے مطابق درستگی کر کے صحیح تاریخ کا تعین کیا گیا ہے۔ مثلاً مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۱۳ **(۳۱)**..مکاتیبِ اقبال بنام گرامی نیز مذکورہ ماخذ کے حوالے سے روحِ مکاتیب اقبال اور کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول میں بھی ۲۲؍مارچ ۱۹۱۷ء کے تحت اس خط کا متن درج ہے۔ اشاریہ مکاتیبِ اقبال (ص.۲۷ ، ۱۰۹) میں ۲۳؍مارچ ۱۹۱۷ء متعین کی گئی ہے۔ اگرچہ اس خط کی عکسی نقل غیر واضح ہے تاہم ۲۳؍مارچ زیادہ قرین قیاس ہے۔
...

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۳۴. **(۳۲)** .نیز ماخذ مذکورہ کے حوالے سے روحِ مکاتیبِ اقبال اور کلیاتِ مکاتیب اقبال (جلد I ص ۱۲۴) میں درج تاریخ محررہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۱۷ء مکتوب ہذا کی عکسی نقل کے مطابق درست ہے۔ اشاریہ مکاتیبِ اقبال (ص.۹۲، ۱۱۲) میں متعین شدہ تاریخ ۱۳؍دسمبر ۱۹۱۷ء بلا جواز ہے۔

مکاتیب اقبال بنامِ گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۵۲.. **(۳۳)** کی تاریخ رقم ۱۴؍جولائی ۱۹۲۱ء درج ہے نیز مذکورہ ماخذ کے حوالے سے روحِ مکاتیب اقبال (ص ۲۶۴)، اشاریہ مکاتیب اقبال (ص ۱۱۹) میں بھی ۱۴؍جولائی ۱۹۲۱ء درج ہے۔ جو کہ مہر ترسیل کی تاریخ ہے۔ کلیاتِ مکاتیب اقبال میں ۱۲؍جولائی ۱۹۲۱ء کے تحت درج متن مکتوب ہٰذا کی عکسی نقل کے مطابق درست ہے نیز انارکلی ڈاک خانہ کی مہر سے بھی اس تاریخ کی تصدیق ہوتی ہے۔ علاوہ

از یں ۱۴؍جولائی ۲۵ء کی ایک اور مہر بھی ثبت ہے جوشاید ہوشیار پورڈاک خانہ کی مہر ترسیل ہے تاہم ۱۴؍جولائی کی مہر میں شہر کا نام واضح نہیں ہے۔

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۶۹.مجررہ ۱۲؍اپریل ۱۹۲۲ء (۳۴) کا متن کلیات مکاتیب اقبال، جلد دوم (ص ۳۴۱) میں مکاتیبِ اقبال کے مآخذ پر ایک نظر (از..ڈاکٹر صابر کلوروی) کے حوالے سے متعین کی گئی تاریخ ۲؍اپریل ۲۲ء کے تحت درج ہے، جو درست نہیں ہے۔مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی نیز اسی کتاب کے حوالے سے روحِ مکاتیبِ اقبال (ص.۳۸۷)اور اشاریہ مکاتیبِ اقبال (ص..۱۲۱) میں درج تاریخ ۱۲؍اپریل ۱۹۲۲ء خط کی عکسی نقل کے مطابق درست ہے۔

مکتوب نمبر ۷۴..مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی (۳۵) میں اس خط کی تاریخ ۲۲؍جون ۱۹۲۲ء درج ہے۔نیز مذکورہ ماخذ کے حوالے سے روحِ مکاتیبِ اقبال اور کلیات مکاتیب اقبال، جلد دوم میں بھی یہی تاریخ درج کی گئی ہے ۔اشاریہ مکاتیبِ اقبال (ص ۹۲، نیز ص ۱۲۲) میں مکتوب ہذا کی متعین شدہ تاریخ مرقوم ۲۳؍جون ۱۹۲۲ء عکس کے مطابق درست ہے۔

مکتوب نمبر ۸۲..مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی (۳۶) میں شامل اس خط کی تاریخ تحریر ۱۱؍اکتوبر ۱۹۲۳ء درج ہے۔نیز اسی ماخذ کے حوالے سے روحِ مکاتیب اقبال (ص ۳۲۴)اور اشاریہ مکاتیبِ اقبال (ص ۱۲۶) میں بھی یہی تاریخ درج ہے۔جبکہ مکتوب ھذا کی عکسی نقل کے مطابق ۱۱؍اکتوبر ۲۲ء واضح پڑھی جاسکتی ہے۔نیز انارکلی ڈاک خانہ کی مہر ثبت شدہ ۱۲؍اکتوبر ۲۲ء سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ مکتوب ہٰذا ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو تحریر کیا گیا ہے نہ کہ ۱۹۲۳ء میں۔خط کے لفافے پر ہوشیار پور ڈاک خانہ کی مہر ترسیل (Devlivery Stamp) ثبت شدہ ۱۳؍اکتوبر ۲۲ء بھی واضح ہے۔علاوہ ازیں خط میں مصطفی کمال پاشا کی فتح کے مادہ تاریخ کا ذکر ہے اور فتح سمرنا کی تاریخ ۹؍ستمبر ۱۹۲۲ء ہے۔

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی (۳۷) میں شامل مکتوب نمبر ۶۰..جو خط کی عکسی نقل کے مطابق ۷؍جنوری ۱۹۲۲ء کے تحت درج ہے، جب کہ یہ مکتوب ۷؍جنوری ۱۹۲۳ء کو تحریر کیا گیا۔روحِ مکاتیب اقبال میں بھی مکتوب ہذا کی تلخیص مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی کے حوالے سے ۷؍جنوری ۱۹۲۲ء کے تحت درج ہے۔ اشاریہ مکاتیب اقبال (ص.۱۲۳) میں مکتوب ہذا کی سن ۱۹۲۳ء متعین کی گئی ہے لیکن غلط تاریخ والے خطوط کی فہرست (ص ۹۲) میں اس کی درستگی نہیں کی گئی۔ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے مطابق اقبال کو نائٹ ہڈ (سر) کا خطاب نئے سال کے اعزازات کے سلسلے میں یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ملا تھا۔اس خط میں حسبِ عادت نئی سن کے بجائے گزشتہ سن قلم برداشتہ لکھ دیا گیا ہے۔چنانچہ اس خط کا صحیح سن تحریر ۷؍جنوری ۱۹۲۳ء ہے نہ کہ ۱۹۲۲ء۔(۳۸)

مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۸۸.(۳۹) مجررہ ۱۶؍جنوری ۱۹۲۶ء ....کلیاتِ مکاتیبِ

اقبال II..ص۶۲۳ اور روحِ مکاتیب اقبال (ص ۳۵۶) میں مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی. کے حوالہ سے مکتوب ہذا کی تاریخ ۲۶ر جنوری ۲۶ء درج ہے۔ جبکہ مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی نیز اشاریہ مکاتیبِ اقبال (ص ۱۳۰) میں درج اس خط کی تاریخ محررہ ۱۶ر جنوری ۲۶ء عکس کے مطابق درست ہے۔

اپنے تحقیقی مقالہ ''اقبال کے تین سو منتخب مکاتیب'' میں نہ صرف خطوط کی عکسی نقول کے مطابق تواریخ کی درستگی کا اہتمام کیا گیا ہے بلکہ بلا تاریخ لکھے گئے خطوط کی صحیح تاریخ کے تعین کی بھی سعی کی گئی ہے۔ جیسے مکاتیب اقبال بنام گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۴۳.(۴۰) جس میں تاریخ درج نہیں ہے اور محمد عبداللہ قریشی (مرتب مکاتیبِ اقبال بنام گرامی) کے مطابق یہ خط غالباً فروری مارچ ۱۹۱۹ء میں تحریر کیا گیا ہے۔(۴۱) کلیاتِ مکاتیب اقبال اور اشاریہ مکاتیبِ اقبال (ص ۱۱۵ نیز ص ۹۲) میں بھی اسی قیاسی تاریخ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ مکتوب ہذا میں "دو چار روز میں دہلی جانے" کے قصد کا ذکر ہے۔ اس سے قبل خان محمد نیاز الدین خان کے نام ۵ر فروری ۱۹۱۹ء کے مکتوب میں بھی یہ ارادہ ظاہر کر چکے ہیں۔" آخر فروری یا ابتدائے مارچ میں دہلی جانے کا قصد ہے "(۴۲) ۲۶ر فروری ۱۹۱۹ء کو مہاراجہ پرشاد کے نام اپنے مکتوب میں یہ عندیہ دیا ہے کہ "۲۸ر فروری کو دہلی جانے کا قصد ہے۔"(۴۳) ۱۳ر مارچ کے مکتوب بنام خان محمد نیاز الدین میں لکھتے ہیں۔" دہلی گیا تھا مگر جو دن جالندھر کے لیے رکھا تھا وہ وہیں دہلی نے لے لیا۔ حکیم صاحب نے باصرار ٹھہرا لیا۔ اس واسطے آپ کی خدمت میں نہ ٹھہر سکا کہ ۷ر مارچ کو کچہری میں کام تھا"(۴۴) درج بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال ۲۸ر فروری سے ۵ یا ۶ر مارچ تک دہلی میں رہے اور یہ خط انہوں نے دہلی جانے سے قبل لاہور سے تحریر کیا تھا۔ اس لحاظ سے مکتوب ہذا کی صحیح تاریخ ۲۴ یا ۲۵ر فروری ہو سکتی ہے۔

مکاتیب اقبال بنامِ گرامی میں شامل مکتوب نمبر ۶۱..کی عکسی نقل کے مطابق اس خط میں تاریخ اپنے مقام پر درج نہیں ہے تاہم خط کے متن میں اس جملے سے کہ...'' ....علی بخش آج صبح (۱۰ر جنوری ۲۲ء منگل) ہوشیار پور روانہ ہو گیا....''(۴۵).سے ظاہر ہے کہ یہ مکتوب لاہور سے ۱۰ر جنوری ۲۲ء کو تحریر کیا گیا ہے۔ اسی طرح مکتوب نمبر ۶۲..میں بھی خط کی عکسی نقل کے مطابق تاریخ رقم درج نہیں ہے۔ محمد عبداللہ قریشی کے مطابق یہ خط غالباً ۱۰ر جنوری ۱۹۲۲ء کے بعد کا ہے تاہم مکاتیب اقبال بنامِ گرامی اور اسی مجموعے کے حوالے سے کلیات مکاتیب اقبال میں بھی بلا تاریخ جبکہ روحِ مکاتیب اقبال میں ۱۱ر جنوری ۱۹۲۲ء کے تحت مکتوب ہذا کی تلخیص شامل کی گئی ہے۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۲۲ء کے خط کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط اس سے اگلے روز ۱۱ر جنوری ۲۲ء کو ہی لکھا گیا ہوگا۔(۴۶)

صحیح تعینِ تاریخ کے ساتھ ساتھ جن خطوط میں صحیح مقامِ تحریر درج نہیں ہے اسکو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً مکاتیبِ اقبال بنام گرامی (۴۷) میں شامل مکتوب نمبر ۷۰ محررہ ۲۴ر اپریل ۱۹۲۳ء کی تاریخ و مقامِ تحریر لاہور۔ ۲۴ر اپریل ۱۹۲۲ء درج ہے۔ جبکہ متن سے ظاہر ہے کہ یہ خط لدھیانہ سے ۱۹۲۳ء میں لکھا گیا ہے۔(۴۸) عکس کے

مطابق مقام تحریر ''لاہور'' رقم ہے۔ جو اقبال سے سہواً لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے بقول پیامِ مشرق کی پہلی اشاعت اپریل ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی اور مجموعہ اردو 'بانگِ درا' اس سے اگلے سال پیامِ مشرق کی دوسری اشاعت کے بعد چھپا۔ اس لیے اس خط کی صحیح تاریخ ۲۴/اپریل ۱۹۲۳ء ہے۔ (۴۹) تصانیف اقبال کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ اور اشاریہ مکاتیب اقبال (ص ۱۲۴) میں ۲۴/اپریل ۱۹۲۳ء متعین کی گئی ہے جبکہ روحِ مکاتیبِ اقبال (ص ۲۹۱) میں مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی کے حوالے سے ۲۴/اپریل ۱۹۲۲ء کے تحت مکتوب ہذا کی تلخیص شامل ہے۔

اسی طرح مکاتیبِ اقبال بنام گرامی (۵۰) میں شامل اس مکتوب نمبر ۸۶ میں شہر کا نام درج نہیں ہے لیکن خط میں تحریر اس جملے ...''...آپ کا والا نامہ لاہور سے ہوتا ہوا آج مجھے لدھیانے میں ملا۔..''... سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مکتوب لدھیانہ سے ارسال کیا گیا ہے۔

مکاتیبِ اقبال بنام گرامی کے مذکورہ مطالعے کا محاصل یہ ہے کہ محققین اور مرتبین نے مکاتیبِ اقبال کے متون میں پائی جانے والی اغلاط تک مکمل رسائی نہیں کی۔ شاید اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مکاتیبِ اقبال بنام گرامی جو مختلف مجموعوں میں چھپے ہیں، ان کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے عکسی نقول کی روشنی میں تصحیح متن کا اہتمام نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان خطوط کے حقیقی پس منظر اور علائق کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ جو ان خطوط کے متون کے ابلاغ کے لئے ناگزیر ہیں۔ اسی وجہ سے مختلف مجموعہ ہائے مکاتیب میں اغلاط وترمیمات کا بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ لہٰذا ضرورت اِس امر کی ہے کہ تصحیح متن کے لئے عکسی نقول تک رسائی کی جائے اور از سرِ نو مکاتیبِ اقبال بنام گرامی کی تسوید وتدوین کا اہتمام کیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عبداللہ قریشی/معینی، عبدالواحد سید، مرتبہ، ''باقیات اقبال''، ص ۲۵۶

۲۔ محمد صدیق شبلی، ڈاکٹر، محمد ریاض، ڈاکٹر، ''فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ''، ص ۲۷۶

۳۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیب اقبال بنام گرامی''، ص ۱۵۱

۴۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، ''اقبال کی اردو نثر''، ص ۲۱۰۔۲۳۸

۵۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیب اقبال بنام گرامی''، ص ۹۷

۶۔ ایضاً، ص ۹۹

۷ تا ۱۱۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیب اقبال بنام گرامی''، ص ۱۲۱، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۰۹، ۱۱۱

۱۲۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی مکتوب''، محررہ ۲۳/مارچ ۱۹۱۷ء، ص ۱۱۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۹۲ ۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۵

۱۵۔ محمد عبداللہ قریشی، ''معاصرین اقبال کی نظر میں''، ص ۳۷۴

۱۶ تا ۲۶۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی''، مکتوب محررہ، ۵/مئی ۱۵ ۱۵ء، ص ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۳۳،

۱۳۸، ۱۴۰، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۹۲

۲۷۔ محمد عبداللہ قریشی، ''روح مکاتیب اقبال''، ص۲۴۰

۲۸۔ صابر کلوروی، ڈاکٹر، ''اشاریہ مکاتیب اقبال''، ص۱۱۷،

۲۹ تا ۳۷۔ محمد عبداللہ قریشی، '' مکاتیبِ اقبال بنام گرامی''، مکتوب نمبر ۴۷، ص۱۶۲، ۲۲۸، ۱۱۵، ۱۴۱، ۱۷۵، ۲۰۱، ۲۱۶،
۱۸۷، ۲۳۰

۳۸۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، ''اقبال ایک مطالعہ''، ص۲۵۷

۳۹۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی''، ص۲۳۹

۴۰۔ ایضاً، ص۱۵۶

۴۱۔ محمد عبداللہ قریشی، ''روح مکاتیب اقبال''، ص۲۲۲

۴۲۔ نیاز الدین، خان محمد، ''مکاتیبِ اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان''، ص۳۵

۴۳۔ محی الدین قادری زور، ''شادِ اقبال''، اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۴۲ء، ص۹۵

۴۴۔ نیاز الدین، خان محمد، ''مکاتیبِ اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان''، ص.۱۷

۴۵۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی''، ص۱۸۸

۴۶۔ ایضاً، ص۱۸۹

۴۷۔ ایضاً، ص۲۰۳

۴۸۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، ''تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ''، ص۲۵۱

۴۹۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، ''اقبال ایک مطالعہ''، ص۲۶۰

۵۰۔ محمد عبداللہ قریشی، ''مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی''، ص۲۳۷